امام ابن تیمیہؒ

۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ

از جناب عبد الرشید عراقی

امام ابن تیمیہ کی جامع الصفات شخصیت بلاشبہ ملتِ اسلامیہ کے لیے سرمایہ صد افتخار ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیمات کو خاص کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بُنیاد پر پیش کیا۔ وہ تمام آلودگیاں جو یونانی افکار وخیالات کے زیر اثر اسلامی تعلیمات میں راہ پارہی تھیں یا عجمی مذہبیت کی حامل وہ صوفیانہ تعبیرات جو نیکی اور تقدس کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھیں امام نے ان سب کی تردید کی اور اُن کی حقیقت کو بے نقاب کیا۔[۱]

امام ابن تیمیہ کا زمانہ بڑا پُر آشوب اور پُر از واقعات ہے۔ سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، علمی اور دینی حیثیت سے یہ دَور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ابن تیمیہ کی اصلاحی جدوجہد اور اُن کے علمی واصلاحی مزاج کو سمجھنے کے لیے اُس ماحول کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے جس میں ان کا نشوونما ہوا اور جس میں انہوں نے اپنا تجدیدی واصلاحی کام انجام دیا۔[۲]

امام ابن تیمیہ کون تھے؟ اسلام کی سربلندی کے لیے آپ نے کیا کیا خدمات سرانجام دیں؟ فضائل و اخلاق میں آپ کا کیا رتبہ تھا؟ اور علامہ شبلی نعمانی نے یہ کیوں فرمایا کہ:۔

"اسلام میں سینکڑوں، ہزاروں، بلکہ لاکھوں علماء، فضلاء، مجتہدین، ائمہ فن

---

[۱] امام ابن تیمیہؒ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور صفحہ نمبر ۴

[۲] تاریخ دعوت عزیمت از مولانا ابوالحسن علی ندوی جلد دوم مطبوعہ نشریاتِ اسلام کراچی صفحہ نمبر ۲۵

اور مدبّرین گذرے لیکن مجدد یعنی رِفارمر بہت کم پیدا ہوئے۔

مجدّد کے لیے تین شرطیں ضروری ہیں:

۱۔ مذہب یا علمِ سیاست میں کوئی مفید انقلاب پیدا کر دے۔

۲۔ جو خیال دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو، بلکہ اجتہادی ہو۔

۳۔ جسمانی مصیبتیں اُٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو اور سرفروشی کی ہو۔

تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابوحنیفہؒ، امام غزالیؒ، امام رازیؒ، شاہ ولی اللہؒ صاحب اس دائرہ میں آسکتے ہیں۔ لیکن جو شخص رِفارمر (مجدّد) کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے، وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔

مجدّد کی اصلی خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے[1]

علامہ شبلی نعمانیؒ کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور نے جن کی دینی خدمات محتاجِ تعارف نہیں ہیں، امام ابن تیمیہؒ کے مناقب اور اُن کی مجدّدانہ کارناموں سے برّصغیر کے علم دوست مسلمانوں کو روشناس کرایا۔

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں جب دعوتِ عامۂ اُمت، تجدیدِ شریعت و احیاءِ السنۃ بعد موتہا و اخماد البدعۃ بعد شیوعہا و ارتفاعہا کی روح القدس نے آیۃ من آیات اللہ و حجۃ قائمۃ من حجج اللہ، شیخ المصلحین و ملاذ المجددین، سند الکاملین، امام العارفین، وارث الانبیاء و قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے وجودِ مبارک میں ظہور کیا۔ اور عہدِ اواخر کے تمام مسالکِ دعوتِ تجدید کی ریاست و خاتمیت و قطبیتِ مرکزیت کا مقام اس مجدّدِ اعظم کے سپرد کیا گیا۔ دیارِ مصر و شام علمائے کاملین سے مملوء و مشحون تھے۔ بڑے بڑے حفاظ و نقادِ علوم اور خواص و اعاظمِ نظرِ اجتہاد موجود تھے۔ جن کے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالمِ اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے۔

[1] مقالاتِ شبلی جلد پنجم مطبوعہ اعظم گڈھ صفحہ ۶۲

بایں ہمہ یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رہی ہے کہ مقام عزیمت دعوت جو مقام خاص ہے وہ ان میں سے کسی کے حصے میں نہ آیا۔ وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہی کے لیے تھا۔ سب دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ لیکن انہوں نے وہ سب کام بھی ان سے بہتر کیے، جو وہ سب کر رہے تھے، اور پھر اُن سے بڑھ کر یہ کہ سب کو راہ عزیمت و دعوت، تجدید و احیائے ملت و رفع اعلام سنت و اخمار بدعت و کشف ابراز معارف مستورۂ کتاب و سنت و غوامض و سرائر معارف حکمت نبوت و انفجار ینابیع الحکمت من اللسانِ والجنانِ، جہاد فی سبیل اللہ بالسیف والقلم واللسان میں منزلوں اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور علوم و اعمال وہبیہ و سماویہ کی ان بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوئے، جہاں اُن کے احوال معاصرین کے وہم و تصور کو بھی بار نہیں۔ حتیٰ کہ خود ان کے معاصرین کو بیک زبان و یک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا۔" مارأینا مثلہٗ وانہ ما رأی مثلہٗ" نہ تو ہماری آنکھوں نے اُس کا مثل دیکھا اور نہ خود اس کو اپنا سا کوئی نظر آیا۔

اے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم [1]

شیخ الاسلام کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے ملا محمد معین سندھی حنفی مصنّف دراسات اللبیب کے سوالات کے جوابات میں لکھا اور شیخ الاسلام پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا:

" ہم نے ان (ابن تیمیہ) کے حالات کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہ قرآن مجید کے عالم، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظ، دونوں کے لغوی و شرعی معانی کے ماہر، آثار سلف کے عارف اور نحو و لغت کے اُستاد تھے۔ حنبلی مذہب کے اصولاً و فروعاً تنقیح کنندہ محقق، ذہانت میں یکتا، اہل سنت کی طرف سے دفاع کرنے میں تیز طرار، اور فصیح و بلیغ (عمل میں) فسق اور (عقیدہ میں) بدعت کی ان میں کوئی بات

[1] تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد مطبوعہ انارکلی کتاب گھر۔ لاہور صفحہ ۱۶۱

نہ تھی۔ چند ایک مسئلوں میں خواہ مخواہ اُن پر سختی کی گئی۔ حالانکہ ان میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں، جس میں ان کے پاس قرآن و حدیث اور آثارِ سلف سے دلیل نہ ہو۔[۱]

محی السنۃ والاجاہ نواب صدیق خاں رئیس بھوپال نے اپنی کئی ایک تصانیف میں شیخ الاسلام کا تذکرہ لکھا ہے۔[۲]

اور تقصار میں جو خراج تحسین پیش کیا۔

درسلوک شانے عظیم داشت، حکایات و کرامات و روایات و برکاتِ او بیش از حصر امرت[۳]

اور ایک دوسری جگہ حضرت والاجاہ یوں تعارف پیش کرتے ہیں۔

"مجدد مأۃِ ہفتم شیخ الاسلام ابن تیمیہ و حافظ ابن القیم است و تجدید این دو بزرگوار کارسے کرد کہ مثل آں از سلف و خلف معہود نیست، کتب دفاترِ اسلام تواریخ و سیر از احوالِ ایشاں مشحون است[۴]

برصغیر میں شیخ الاسلام کی تصانیف کا تعارف کرانے میں علمائے غزنویہ اہل حدیث (امرتسر) کا بڑا حصہ ہے، جیسا کہ مشہور عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی مدیر الاعتصام فرماتے ہیں۔

"علمائے غزنویہ (امرتسر) کا امراء و علمائے نجد سے تعلق پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں ہمارے ملک میں معارفِ ابن تیمیہ کا مزید ورود ہوا۔ عجب کہ نواب صاحب کا ذریعہ

۱؎ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی طبع احمد دہلی صفحہ ۲۰

۲؎ اتحاف النبلاء للنواب صدیق حسن خان القنوجی طبع ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء

ابجد العلوم للنواب صدیق حسن خان القنوجی طبع ۱۲۹۹ھ

التاج المکلل للنواب صدیق حسن خان القنوجی طبع ۱۲۹۹ھ

۳؎ تقصار للنواب صدیق حسن خان القنوجی طبع ص ۷۶

۴؎ حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ للنواب صدیق حسن خان القنوجی صفحہ ۱۳۶ - ۱۳۷

علمائے یمن تھے۔ بزرگانِ غزنویہ مولانا محمدؒ صاحبِ حاشیہ تفسیر جامع البیان مولانا عبدالجبار، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالواحد رحمہم اللہ تعالیٰ کی توجہ سے شیخ الاسلام کی بعض تصانیف طبع ہوئیں اور تدریسی طریقے سے آپ کی دعوتِ توحید اور ذکر و فکر کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے ساتھ مصر سے شیخ الاسلام کی تصانیف اور تراجم پر مشتمل کئی کتابیں اور مختلف مجلات میں اہلِ علم کے مقالات آنے شروع ہو گئے۔ اب تعلیمات ابن تیمیہ پر سے صدیوں سے پڑے ہوئے پردے بڑی حد تک اٹھ گئے۔ حقیقتِ حال سے تحقیق پسند علماء واقف ہوئے تو علوم ابن تیمیہ کی شیدائیت بڑھی۔ اُدھر فارسی کی جانشینی کا شرف اُردو کو حاصل ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُردو ادب کے دو صاحبِ علم مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اُردو دان طبقے کو شیخ الاسلام سے روشناس کرایا۔[1]

اب آپ شیخ الاسلام کے حالات اور اُن کے علمی و دینی کارنامے ملاحظہ فرمائیں۔

نام و نسب و ولادت | احمد نام، عرف ابن تیمیہ، کنیت ابوالعباس، لقب تقی الدین۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ[2] تیمیہ آپ کے دادا محمد بن خضر کی والدہ تھیں۔ یہ خاتون بہت بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ اس لیے یہ سارا خاندان اُن کی طرف منسوب ہو گیا۔[3]

اس کی تائید حافظ ابن کثیرؒ نے بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "تیمیہ، امامِ موصوف کی دور کی ایک دادی کا نام ہے"[4]

---

[1] حیات ابن تیمیہ ابوزہرہ مصری (اُردو) مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور صفحہ ۸

[2] الکواکب الدریہ۔ شیخ مرعی بن الکرمی الحنبلی صفحہ ۱۲۹

الرد الوافر حافظ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ناصر الدین الشافعی صفحہ ۱۵۰

[3] طبقات الحنابلہ ابن رجب البغدادی۔

[4] اختصار علوم الحدیث از حافظ ابن کثیر الدمشقی الشافعی صفحہ ۸۶

آپ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ بمقام حران ہوئی۔ اور اس پر آپ کے تمام سیرت نگار متفق ہیں[۱]

نقلِ سکونت امام ابن تیمیہ جس دور میں پیدا ہوئے اُس وقت سارا عالم اسلام تاتاریوں کی ہیبت سے لرزہ براندام تھا۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ۶ سال حران میں ہی گزارے۔ جب امام نے ساتویں سال میں قدم رکھا تو حران بھی تاتاری حملہ کی زد میں آگیا۔ تاتاریوں کے حملہ کے بعد علم و فضل عزت و آبرو اور جان و مال کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی[۲]

آخر مجبور ہو کر ان کا خاندان بھی شرفاء و علماء کے صدہا خاندانوں کی طرح کسی اسلامی ملک میں پناہ ڈھونڈھنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ الگ الگ سواری کا بندوبست نہ تھا۔ سب کے سب ایک گاڑی میں بیٹھے۔ کتابیں بھی اسی گاڑی میں رکھ لیں۔ تاتاری بھی تعاقب میں تھے۔ لیکن خدا نے بچا لیا اور گرتے پڑتے دمشق پہنچ گئے[۳]

تعلیم و تربیت دمشق پہنچنے پر حضرت امام کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ یہ قافلہ جس طرح دمشق پہنچا، حضرت امام نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے شروع سے ہی تاتاریوں کے خلاف نفرت آپ کے دل میں نقش ہو گئی۔ استاد ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

"خدا کی مدد کے ساتھ یہ قافلہ سلامتی کے ساتھ دمشق پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ خوف و دہشت کے ان لرزہ خیز حوادث کی داستانیں جس کے کانوں میں برابر پڑتی رہی تھیں اور ان زہرگداز حالات کا جس کی آنکھیں مشاہدہ کرتی رہی

---

[۱] حیات ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۵۱
امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن مطبوعہ مدراس صفحہ ۵۵
تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم ص ۳۸
مقالات شبلی جلد پنجم صفحہ ۶۴ امام ابن تیمیہ از برق ص ۶۳

[۲] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۳۸

[۳] مقالاتِ شبلی جلد پنجم صفحہ ۶۴

تھیں۔ وہ بہی حساس اور نوعمر لڑکا احمد تقی الدین تھا۔ اس نے تاتاریوں کے غارت گری کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس نے امن وسکون کی زندگی بسر کرنے والوں کو خوف و دہشت سے نیم جان دیکھا تھا، جو جائے پناہ تلاش کرنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگے پھر رہے تھے۔ اس نونہال نے اپنے خاندان کی زبوں حالی بھی دیکھی تھی۔ راہ کی دشواریاں، گراں بہا کتب کی بربادی، مال واسباب کے ضائع ہو جانے کا خوف، اس حساس اور سمجھ دار لڑکے نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن ہی میں تاتاریوں سے نفرت کا نقش دل پر بیٹھ گیا[۱]

ابتدائی تعلیم آپ کی حران ہی میں شروع ہوئی۔ دمشق آنے کے بعد باقاعدہ تعلیم کے دور کا آغاز ہوا۔ آپ کی تعلیم کی ابتداء دار الحدیث السکریہ میں شروع ہوئی جہاں آپ کے والد عبدالحلیم ابن تیمیہ شیخ الحدیث تھے۔ دار الحدیث السکریہ کے علاوہ مدرسہ الحنبلیہ میں بھی آپ نے تعلیم حاصل کی[۲]

غیر معمولی حافظہ آپ ایک زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ ان کے دادا اور والد بھی غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔ لیکن تقی الدین ابن تیمیہ اپنے پورے خاندان سے سبقت لے گئے۔ اور بچپن ہی میں اُن کے عجیب وغریب حافظہ اور سرعتِ حفظ نے علماء اور اساتذہ کو متحیر کر دیا۔ قرآن مجید تو آپ نے بچپن ہی میں حفظ کر لیا تھا۔ امام صاحب کے شوقِ تلاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی کے دَور میں کبھی بھی تلاوت سے ناغہ نہیں کیا۔ چنانچہ جیل میں آپ نے اسّی سے زیادہ بار قرآن مجید کو از اوّل تا آخر پڑھا۔[۳] آپ کے حافظہ کی شہرت دمشق میں پھیل گئی۔ صاحب العقود الدریہ فی مناقب ابن تیمیہؒ امام صاحب کی صفت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

---

[۱] حیات ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۵۲

[۲] امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۵۶

[۳] حیات ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۵۵ — بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر جلد ۱۴ ص ۱۳۵ شذرات ذہبی جلد ۶ ص ۸۶

"حلب کے ایک مشہور عالم دمشق وارد ہوئے۔ انہوں نے فرمایا میں نے سنا کہ یہاں ایک لڑکا ابن تیمیہ ہے جو غیر معمولی قوتِ حافظہ کا مالک ہے۔ یہاں میں اس کے لیے آیا ہوں کہ ذرا اسے دیکھ لوں۔ ایک درزی نے کہا، جی ہاں وہ لڑکا ابھی ادھر سے گزرے گا۔ ذرا دیر تشریف رکھیے، بس وہ یہاں آیا ہی چاہتا ہے۔ یہ سن کر وہ شیخ جلیل بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا پاس سے گزرا۔ درزی نے شیخ حلبی سے کہا۔ یہ لڑکا جو ایک بڑی سی تختی لیے جا رہا ہے یہی احمد بن ابن تیمیہ ہے۔ شیخ حلبی نے آواز دی۔ وہ آواز سن کر قریب آگیا۔ شیخ نے تختی لے کر ایک نظر اس پر ڈالی۔ پھر کہا بیٹے اس تختی پہ جو کچھ لکھا ہے اسے مٹا ڈالو۔ میں جو کچھ بولوں گا وہ لکھتے جاؤ۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا۔ شیخ حلبی نے کم و بیش تیرہ حدیثیں لکھائیں۔ پھر پوچھا "کیا لکھا ہے؟" لڑکے نے لکھنے کے بعد ایک اچٹتی سی نظر اپنے لکھے ہوئے پر ڈالی اور تختی شیخ کی طرف بڑھا دی۔ شیخ نے تختی لے کر کہا، اب ذرا سناؤ تو کیا لکھا ہے۔ لڑکے نے فرفر وہ ساری عبارت سنا دی۔ شیخ نے دوبارہ کہا، اچھا جو کچھ لکھا تھا وہ اب مٹا ڈالو۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر شیخ نے اپنے منتخب کیے ہوئے چند اسانید کا املا کرایا۔ پھر کہا، پڑھو، کیا لکھا ہے تم نے؟ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی لڑکے نے اپنے لکھے ہوئے پر ایک نظر ڈالی اور تختی شیخ کے حوالے کر دی۔ اور پھر سارا فرفر سنا دیا۔ شیخ حلبی یہ کمال دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا، یہ لڑکا اگر زندہ رہ گیا تو بڑا مرتبہ حاصل کرے گا۔ میری نظر سے آج تک کوئی ایسا لڑکا نہیں گزرا[1]

تکمیل تعلیم | دار الحدیث السکریہ اور مدرسہ الحنبلیہ کے فاضل اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے دیگر علمی مراکز میں پہنچے اور مختلف اساتذہ سے صرف، نحو، منطق، معقول و منقول، فقہ، اصول فقہ، ادب، تاریخ، لغت، حدیث اور تفسیر پڑھی[2]

---

[1] حیات ابن تیمیہ۔ ابوزہرہ صفحہ ۵۶ بحوالہ العقود الدریہ ابن الہادی صفحہ ۲۱

[2] امام ابن تیمیہ از برق صفحہ ۲۴

تفسیر ابن تیمیہ کا محبوب موضوع تھا اور ان کو اس سے خاص دلچسپی تھی۔ ان کا خود بیان ہے کہ انہوں نے تفسیر قرآن میں چھوٹی بڑی ۱۰۰ سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس فن سے ان کو فطری مناسبت تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت، تدبر اور مطالعہ کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر علومِ قرآن کا خاص افاضہ فرمایا تھا۔ کتابوں کے علاوہ خود صاحبِ کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اس سے فہمِ قرآن اور شرحِ صدر کی دولت مانگتے تھے۔ اپنی طالب علمی اور اپنے تدبر فی القرآن کے طریقے کے متعلق وہ خود بیان کرتے ہیں کہ:۔

بعض اوقات ایک ایک آیت کے پیچھے میں نے سو سو تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے۔ مطالعہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ مجھے اس آیت کا فہم عنایت ہو۔ میں عرض کرتا کہ "اے آدم و ابراہیم کے معلّم! میری تعلیم فرما"۔ میں سنسان اور غیر آباد مسجدوں اور مقامات کی طرف چلا جاتا اور اپنی پیشانی پر خاک ملتا۔ اور کہتا کہ "اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے مجھے سمجھ عطا فرما"[۱]

تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ امام ابن تیمیہ کو فنِ حدیث سے بہت زیادہ شغف تھا۔ اس زمانہ کے مختلف علوم متداولہ کے ساتھ وہ بکثرت شیوخ حدیث کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کی مختلف کتابیں بحث و تکرار کے ساتھ پڑھتے رہے[۲]۔ حدیث میں سب سے پہلی کتاب جو امام صاحب نے حفظ کی وہ امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین ہے[۳]۔

امام صاحب کے شیوخ حدیث کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن عبد الہادی نے اس کی تصریح کی ہے[۴]۔ ان میں سے متعدد خاص خاص نام انہوں نے گنائے ہیں۔

(نوٹ از ادارہ:۔ ۴۴ ۔ اسماء کی اس فہرست کو ہم نے درج نہیں کیا)۔

---

[۱] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۴۲ بحوالہ العقود الدریہ صفحہ ۲۶

[۲] امام ابن تیمیہ از محمد یوسف کوکن صفحہ ۵۸

[۳] حیات ابن تیمیہ ابو زہرہ صفحہ ۵۷

[۴] حیات ابن تیمیہ ابو زہرہ صفحہ ۵۸ ۔ امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۵۸ ۔ مقالاتِ شبلی صفحہ ۵۸

دیگر اساتذہ محولہ بالا شیوخ کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے بہت سے شیوخِ حدیث سے استفادہ کیا۔ انہوں نے مسند امام احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد سجستانی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی کی بارہا سماعت کی[1] جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث پر کامل عبور حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ "جس حدیث کو امام ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے"[2]

دوسرے علومِ عصری میں کمال حدیث کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم و فنون، مثلاً فقہ، اصولِ فقہ، ادب، تاریخ، لغت، منطق، فلسفہ اور ریاضی وغیرہ میں خاصی دسترس حاصل کی اور اِن علوم میں اس آخری حد تک کمال حاصل کیا، گویا یہی اُن کا منشا اور مقصد تھا۔ عربی کا بہت کلامِ نثر و نظم ازبر کیا۔ فنِ نحو میں کمال حاصل کیا۔ کتاب سیبویہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ اُس کا درس دیتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ نقد کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔ چنانچہ کتاب کے کئی ایک مسائل ایسے تھے جن سے اختلاف تھا۔ اور اس کا برملا اظہار کرتے تھے[3]

غرض ابن تیمیہ نے اپنے زمانے میں کتاب و سنت کی ترجمانی اور دین کی صداقت و برتری ثابت کرنے اور علمی و عملی گمراہیوں کو دُور کرنے کے لیے ایسی وسیع اور مکمل علمی تیاری کی۔ جس کی اُس ترقی یافتہ علمی دَور اور فکری و دینی انتشار کے زمانے میں ضرورت تھی۔ انہوں نے ان تمام اسلحہ کا استعمال سیکھا جن سے ان کے حریف اور مخالفین اسلام (یہود و نصاریٰ فلاسفہ اور باطنیہ) مسلح تھے۔ اُنہوں نے وہ علمی تبحر پیدا کیا کہ اُن کے معاصرین دیکھ کر دنگ رہ گئے[4]

ان کے مشہور حریف علامہ کمال الدین الزملکانی ان کی علمی جامعیت اور ہمہ دانی کا اعتراف

---

[1] حیاتِ ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۵۷

[2] امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکن صفحہ ۶۷

[3] حیاتِ ابن تیمیہ ابوزہرہ صفحہ ۵۸

[4] تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم صفحہ ۴۴

ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

ابن تیمیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے علوم اس طرح نرم کر دیے تھے، جس طرح داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ جس علم کے بارے میں اُن سے سوال کیا جاتا، اس طرح جواب دیتے کہ دیکھنے والا یا سننے والا یہ سمجھتا کہ وہ اس فن کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ فیصلہ کرتا کہ اُن کی طرح کوئی اس فن کا عالم نہیں۔ ہر مذہب فقہ کے علماء جب ان کی مجلس میں شریک ہوتے تو اُن کو کوئی نہ کوئی ایسی چیز معلوم ہوتی جو اُن کو پہلے سے معلوم نہ تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے کسی سے مناظرہ کیا ہو اور بند ہو گئے ہوں۔ جب کبھی انہوں نے کسی شرعی یا عقلی علم میں کلام کیا تو ماہرین فن سے اور اس کے مخصوص عالموں سے بڑھ گئے۔ تصنیف میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔[1]

(باقی)

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم صفحہ ۴۴ بحوالہ الکواکب الدریہ صفحہ ۱۵۔